نسخہ کیمیا

(از جناب عبدالقیوم انصاری - ڈہری، صوبہ بہار)

اب یہ کہنے کا نہ وقت نہ اس کے اعادے کا حاصل کہ مسلمان کس کس مرض کے شکار ہیں!۔ مسلمانوں کی تنزلی کے اسباب و علل کیا ہیں؟ ان میں جہالت کیوں عام ہو رہی ہے؟ ان میں دینی لگن کیوں مفقود ہے؟ جوش دینی اور ولولۂ مذہبی کی جگہ سرد مہری اور ریاکاری نے کیوں لی؟ عمل کی سرگرمیاں کیوں کر ٹھنڈی پڑ گئیں؟ "انما المؤمنون اخوۃ" کا سبق کیوں دماغ سے اتر گیا اور بغض و نفاق کا آپس میں کیوں بازار گرم ہے؟ جن کو نمونۂ خلقِ محمدی ہونا چاہیے تھا وہ آج کیوں بد اخلاقی کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں؟ آج بھی ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن، ایک قبلہ کے ہوتے ہوئے اسلام میں تفریق اور فرقہ پسندی کیوں نمودار ہے؟ - مریض اور معالجین بیماری کے ہر گوشہ و ریشے سے واقف ہو چکے ہیں لیکن سوال یہ آن پڑا ہے کہ علاج ہو تو کیونکر ہو اور کس طریقے سے ہو۔ ہر معالج اپنے طریقہ کو عمدہ اور بہتر خیال کر رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے تجارت و زراعت ہی میں ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ صنعت و حرفت ہی بامِ ترقی کا زینہ بن سکتے ہیں۔ کوئی اشاعت و تبلیغ اسلام تو کوئی سوراج و آزادی ہی سے فلاح و بہبود کا یقین رکھتا ہے۔ کوئی تعلیم و تعلم تو کوئی ورزش اور ازدیاد قوتِ جسمانی ہی کو واحد ذریعۂ نجات سمجھے بیٹھا ہے۔ غرض جتنے دماغ اتنی رائیں، جتنے منہ اتنی باتیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہر چیز علیحدہ علیحدہ ہماری توجہ کی محتاج ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ سب بھی ہمارے مرض کا اصلی علاج نہیں کیونکہ اصول علاج کے مطابق نہیں۔ مگر مریض جو حصولِ تندرستی کی آس میں جیتا ہے کبھی ایک حکیم کا نسخہ آزماتا ہے اور اگر اس سے فائدہ نہیں پہنچا تو پھر اگر دوسرے کی بتائی ترکیب پر عمل کرنے لگ جاتا ہے لیکن حقیقت الامر یہ ہے کہ ان میں کوئی بھی داروئے شفا نہیں بلکہ یہ چند عطائی نسخے اور ٹوٹکے ہیں جنہیں ہم

اصلی معالجہ سمجھ کر ان کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔ پھر آخر علاج کیا ہو اور کیسے ہو؟ -

---

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے قبل قوم عرب کے پاس بظاہر ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہ تھی جس کو حصولِ سعادت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے نہ اس میں کسی طرح کا علم تھا نہ حصولِ علم کا کوئی ذریعہ نہ اُس کے پاس دولت تھی نہ حصولِ دولت کے اسباب اُس کے پاس طاقت تھی نہ حصولِ طاقت کے لئے ملک کی آب و ہوا مناسب تھی۔ ملک تھا نہ حکومت تھی نہ اتفاق تھا نہ یکجہتی تھی۔ ایک قوم تھی جو اگرچہ صورت میں انسان تھی مگر درحقیقت اُس کے اوصاف بہائم کے سے تھے نہ اس پر تہذیب و تمدن کا سایہ پڑا تھا نہ علم و ہنر کا آفتاب چمکا تھا سارے ملک میں درندگی اور وحشیانہ پن کا دور دورہ تھا۔ یہ عرب کا نقشہ ہے کہ ابھی خورشید قرآن نے عرب کے تاریک گوشوں پر اپنی منور کرنے والی کرنوں سے ضیاء پاشی نہیں کی تھی -

لیکن اب قرآن پاک نازل ہو چکا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ضعیف اور خستہ حال تھے اور تعداد میں گنتی کے چند ہاتھوں میں طاقت تھی نہ اچھے آلاتِ حرب تھے۔ نہ کھانے کو روٹی تھی نہ جسم پر سالم کپڑے تھے۔ ان کی کائنات لے دے کے جو کچھ تھی وہ یہی قرآن تھا اور بس مگر وہ اپنی ان تمام کمزوریوں اور ناداریوں کے باوجود اس قرآن کا علم لے کر اُٹھے - اس کی تعلیم پر خود عمل کرنے کی کوشش کی اور سارے جہان کو اس پر عمل کی دعوت دی پھر نتیجہ کیا ہوا؟ -

فقط اس قرآن کی تعلیم کا اثر تھا کہ صرف بیس سال کے تھوڑے عرصہ میں عرب کے بت پرست، وحشی جاہل لوگ دنیا میں سب سے زیادہ خدا پرست سب سے زیادہ متمدن سب سے زیادہ تہذیب یافتہ اور سب سے زیادہ طاقتور بن گئے۔ اسی قرآن کی تعلیم کا معجزہ اور کرشمہ تھا کہ یہ دنیا کی سب سے زیادہ زبردست قوم سمجھے جانے لگے ایران مصر اور شام کی قدیم اور قومی سلطنتیں ان کی طاقت کے سامنے جھک گئیں قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج ان کے قدموں تلے آ گئے اور محض تھوڑی سی مدت میں عالم کا نقشہ بدل گیا۔ اس قرآن کی

تعلیم نے نہایت جلد ان تندخوؤں کی سی خصلت رکھنے والوں اور وحشت و بربریت کے پیکروں میں ایسے کامل زرین اخلاق پیدا کر دیے کہ ایک طرف تو چند سال کے عرصے میں دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں نے متفقہ طور سے ان کے سامنے سرِ اطاعت خم کر دیا اور دوسری طرف وہ سب سے زیادہ خدا پرست بن گئے اور ایسے زبردست خدا پرست کہ خدا کے احکام کی تعمیل کے لیے وقت اور دولت کی تو حقیقت ہی کیا۔ نہایت گرمجوشی اور مسرت سے جان دینا اپنی بہترین سعادت اور کامیابی سمجھنے لگے۔

ہماری مذہبی کتاب کی تعلیم تو ایسی ہے کہ غیر مذہب والے بھی اس کے ان اوصاف کے قائل ہیں کہ اس پر عمل کرنے والے سب سے زیادہ مہذب سب سے زیادہ متمدن اور سب سے زیادہ کامیاب و کامران ہوں گے۔ اس تعلیم کا تجربہ ہو چکا ہے اس کے نتائج مشاہدے میں آ چکے ہیں۔ باوجود اس کے یہ تعلیم اب بھی قرآن میں موجود ہے اور ہم نہایت خراب و خستہ حالت میں ہیں ہم مریض ہیں اور تمام دنیا میں نہایت پست اور کمزور ہیں۔ آخر کیوں؟

سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کو اس طرح سمجھ کر پڑھنا چھوڑ دیا ہے جس طرح سمجھ کر پڑھے جانے کا وہ مستحق ہے اس کا بدیہی اور لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم قرآنی احکام سے غافل ہو گئے جوشِ عمل مفقود ہو گیا۔ حقیقی ولولۂ دینی اور روحانیت میں کمی آ گئی اور ان اسباب سے خلوص جاتا رہا اور اخلاق تباہ ہو گئے اور اخلاق کے ماؤف اور خلوص کے معدوم ہو جانے سے ہم کوئی کام بھی کما حقہٗ سرانجام دینے کے قابل نہیں ہیں۔ تمام دنیاوی سعادت کا راز انہیں تعلیمات الٰہیہ کے اندر پوشیدہ ہے ان پر عمل موجبِ رحمت و رافتِ الٰہی اور ان سے اعراض موجبِ شقاوت و ضلالت جب مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم پر عمل کیا تو ان کے لیے تمام سعادتیں وقف تھیں لیکن جب تعلیم صرف زبانی اقرار تک محدود رہی عملی اتباع سے بے پروائی ہو گئی تو ہم

قوم کی نحوست اور بدبختی اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ مسلمانوں کا ایک حصہ تو قرآن مجید کی تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہے اور دوسرا حصہ اس کتاب کو غلط طریقے سے استعمال کر رہا ہے کیونکہ آج بہت سی جگہوں میں قرآن کی تعلیم ہی نہیں دی جاتی اور جہاں دی بھی جاتی ہے تو وہ قرآن کی حقیقی تعلیم نہیں ہوتی۔ ہمارے اسلامی مدرسوں میں یہ دردناک منظر دیکھا جا سکتا ہے جہاں عام طور پر تقریباً سارا وقت صرف نحو اور منطق وغیرہ فنون کی تکمیل میں صرف کرایا جاتا ہے اس لیے قرآن پاک کی طرف توجہ کرنے کا موقع ہی حاصل نہیں ہوتا۔

قرآن کی تعلیم کچھ مشکل نہیں ہے جیسا کہ عموماً لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اس کے طریقے قرآن نے خود بتلائے ہیں اور بہترین اور سب سے آسان طریقہ حصول تعلیم کا جو بتلایا وہ یہ ہے:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ — تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا ایک

أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ — عمدہ نمونہ موجود ہے۔

اس لیے قرآن حکیم کے معنی و مطلب آسانی سے جاننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور نمونہ ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ — ہم نے قرآن کو لوگوں کی نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے

مِنْ مُدَّكِرٍ؟ — تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے۔؟

دوسری جگہ فرمایا:-

غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ — اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں تاکہ لوگ ڈریں۔

ان ارشادات الٰہی سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی تعلیم بالکل سہل ہے اور یہ کہ قرآن کسی خاص طبقہ یا صرف علماء و فضلاء ہی کے لیے نہیں آیا ہے بلکہ یہ اپنے مخصوص انداز میں فرد فرد اور ہر بنی آدم کو دعوت عام دے رہا ہے کہ آؤ آسانی کے ساتھ میری تعلیم حاصل کرو کیونکہ مجھ میں کسی طرح کی دشواری اور پیچیدگی نہیں۔ اس کے بعد کیا اب بھی کسی قسم کے بہانے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟-